

باب ۵

# اقسام تحقیق اور ان کے درمیان فرق



## باب ۵

### اقسام تحقیق اور ان کے درمیان فرق

اقسام تحقیق اور ان کے درمیان فرق کو بیان کرنے سے قبل مناسب ہے کہ مقاصد تحقیق کو مختصراً بیان کیا جائے کیونکہ مقاصد میں تنوع کے پیش نظر ہی محققین حضرات نے تحقیق کو مختلف انواع میں منقسم کیا ہے یا یوں سمجھئے کہ مقاصد تحقیق میں تنوع ہی اصل میں تحقیق کو مختلف اقسام یا شکلوں و صورتوں میں بانٹنے کا سبب بنا ہے:

#### مقاصد تحقیق

تحقیق ایک جامع عمل ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ چند پہلو ایسے ہیں جو اپنے مقاصد کے لحاظ سے اہم اور قابل توجہ ہیں۔ ان میں نظریاتی یا بنیادی پہلو، اطلاقی پہلو اور عملی پہلو نمایاں ہیں۔ مقاصد تحقیق یہ ہیں:

#### پہلا مقصد

تحقیق کا پہلا مقصد نظریے کی نشوونما اور ارتقاء ہے۔ اس قسم کی تحقیق نئے خیالات کو واضح طور پر متعین کرنے اور مقصد زندگی کو سمجھنے میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی افادیت اشیاء کو تفصیل سے بیان کرنا ہے جو سائنسی طریقوں کی مدد ہی سے ممکن ہے۔ اس کے نتائج کا اطلاق ہمیشہ مستقبل پر ہوتا ہے۔ اس قسم کی تحقیق کو نظریاتی یا بنیادی تحقیق (Theoretical & Basic Research) کہا جاتا ہے۔

#### دوسرا مقصد

تحقیق کا دوسرا مقصد حقائق کو ایک جگہ اکٹھا کرنا ہے۔ لہذا اس عمل کے لیے بکثرت سروے یا تاریخی تحقیق سے خاص اطلاعات حاصل کی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں سائنسی طریقہ تحقیق سے بھی حقائق اکٹھے کیے جاسکتے ہیں اور مسائل حل کیے جاسکتے ہیں۔ اسے اطلاقی تحقیق

(Factual or Applied Research) کہتے ہیں۔

### تیسرا مقصد

تحقیق کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ اس کا تعلق فوری اور عملی مسائل سے ہو یا وہ محقق کو سمجھنے یا حل کرنے میں مدد دے سکے۔ اس قسم کی تحقیق سے تعلق رکھنے والوں کو سائنٹیفک طریقہ تحقیق استعمال کرنا چاہیے۔ تحقیق کے اس مقصد کو انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بالآخر ان دونوں سطح (سطحوں) پر کی جانے والی تحقیق سے تجربات کو ہر صورت بہتر بنانا مقصود ہوتا ہے۔ ایسی تحقیق عملی (Practical or Action Research) کہلاتی ہے (۱)۔

تحقیق کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ماہرین تحقیق نے بے شمار قسمیں بیان کی ہیں (۲) لیکن یہ تمام قسمیں خالص تحقیق اور اطلاقی/عملی تحقیق کے دائرے میں آتی ہیں۔ یعنی بنیادی طور پر تحقیق کو ان دو ہی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور باقی انواع یا حصے ان کے فروع ہیں۔

### خالص تحقیق

خالص تحقیق کا مقصد معلومات کا دائرہ وسیع کرنا ہے۔ اس عمل میں بہت سے سوالات اور موضوع سے متعلق گوشوں کو بے نقاب کرنے سے تقریباً ایک نئی دنیا کی تلاش کا کام پورا ہو جاتا ہے اور کام کرنے والا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس طریقہ تحقیق میں تحقیق کے نتائج کو، علوم کی جانچ پڑتال، نئے حقائق کی فراہمی اور مختلف عوامل کے نظریات کے بارے میں تصوراتی ڈھانچے ترتیب دینے ہوتے ہیں۔ خواہ ان نتائج سے سماجی زندگی پر کسی قسم کا اثر ہو یا نہ ہو۔ ان اثرات سے اگلا بے نیاز ہوتا ہے اور صرف اس قول پر یقین رکھتا ہے کہ علم سب سے بڑا زیور اور صداقت اعلیٰ ترین قدر زندگی ہے (۳)۔

خالص تحقیق کو بنیادی تحقیق بھی کہتے ہیں۔ اس کے متعلق ڈاکٹر احسان اللہ یوں لکھتے ہیں: ”خالص تحقیق میں مظہرات کے بنیادی اصولوں کی فراہمی مقصد ہوتا ہے اور تحقیقی نتائج کو

فوری طور پر کسی تعلیمی مسئلہ کے حل کا ذریعہ نہیں بننا ہوتا۔ خالص تحقیق کے نتائج کو علوم کی جانچ پڑتال، نئے حقائق کی فراہمی اور مختلف عوامل کے نظریات کے بارے میں تصوراتی ڈھانچے ترتیب دینا ہوتا ہے۔ (۴)۔

اس کے بعد لکھتے ہیں: ”بعض حضرات تعلیمی تحقیق کو خالص تحقیق کے زمرے میں پیش نہیں کرتے مگر یہ ٹھیک نہیں کیونکہ جب تعلیمی محقق تعلیم کے اصولوں کو انضباطی اور تجرباتی طریقوں کے ذریعے تنقیدی مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے تو وہ تعلیم کی سائنس کے لیے بنیادی تحقیق میں مشغول ہو گا۔ مگر جب تعلیم کے اصولوں کی جانچ پڑتال کردہ جماعت کی تدریس کو بہتر بنانے کے لیے کرتا ہے تو یہ اس کی اطلاقی یا عملی تحقیق کہلائے گی۔“ (۵)۔

## اطلاقی تحقیق

اس کا مقصد نتائج کی روشنی میں خالص تحقیق کو پرکھنا ہے۔ یہاں صرف معلومات کی حصول یابی ہی منزل نہیں، بلکہ نتائج کو عملی شکل میں دیکھنا مقصود ہے۔ لہذا مسئلے کو سامنے رکھ کر اسے حل کرنے کے لیے اصول و ضوابط کی حدود میں رہ کر ضروری اقدامات کیے جاتے ہیں۔ گویا خالص تحقیق کا طالب علم مسائل کی نوعیت کا جائزہ لیتا ہے۔ ”کیوں اور کیونکر“ تک اس کی تحقیق کی دنیا محدود ہوتی ہے۔ لیکن اطلاقی تحقیق سے وابستہ افراد مسائل کو حل کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ تحقیق کے ان دونوں طریقوں میں فرق کے باوجود ان کی دنیا ایک ہے (۶)۔

بنیادی (خالص) تحقیق اشیاء کی ماہیت سے متعلق ہوتی ہے۔ وہ نظریاتی اصولوں سے بھی گہرا تعلق رکھتی ہے۔ کسی نظام کے فکری پہلوؤں، اصولوں اور ضابطوں سے اس کا رشتہ خود بخود پیدا ہوتا ہے (۷)۔ لیکن عملی تحقیق کی دنیا قدرے محدود ہے، اس سے فوری مسائل کے حل تو مل جاتے ہیں لیکن اس کا اطلاق مختلف جگہوں پر نہیں ہو سکتا۔ لیکن ڈیوڈ جے فاکس کے خیال کے مطابق بنیادی اور عملی تحقیق کا دائرہ عمل ایک خاص مقامی مسئلے کے حل کی تلاش ہے جبکہ بنیادی تحقیق کا دائرہ کار عمومی اور وسیع ہوتا ہے۔ (۸)۔

اطلاقی تحقیق کا مقصد تعلیمی مسائل کے بارے میں حقائق کی فراہمی کے بعد ان کا

اطلاق فوری طور پر ان مسائل کے حل تلاش کرنے سے ہوتا ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ بچوں کی نشوونما کے بارے میں تحقیقات زیادہ تر بنیادی (خالص) قسم کی تحقیق ہوتی ہے۔ اور ان نتائج کو تعلیمی منصوبہ بندی اور نصابی پروگراموں میں شامل کیا جاتا ہے۔ یہ بہت حد تک صحیح بھی ہے مگر نشوونما ہی کے بارے میں بہت ساری تحقیق خالصاً اطلاقی بھی ہوتی ہے، مثلاً: بچوں کی پختگی کے میلان یا رخ کے مطابق تدریسی سرگرمیوں میں فوری طور پر تبدیلی کرنا۔ اسی طرح مختلف درجات میں بچے کی جسمانی اور ذہنی پختگی کے ساتھ ساتھ جنوں کی انلاط کی مختلف شرحوں کے تعین کرنے کے بارے میں تحقیق ایک عملی سرگرمی بن جائے گی (۹)۔

بہر حال ایک بڑا فرق ہم بنیادی (خالص) یا عملی (اطلاقی) تحقیق کے ضمن میں یہ بھی دیکھ سکتے ہیں کہ بنیادی تحقیق اکثر و بیشتر اوقات طبعی سائنسی تجربہ گاہوں کے انضباطی ماحول میں کی جاتی ہے اور عملی تحقیق ضرورت اور مسئلہ کی نوعیت کے مطابق فوری معاشرتی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے کسی مناسب جگہ پر بھی کی جاسکتی ہے (۱۰)۔

ایک اور بڑا فرق یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بنیادی تحقیق کرنے والے خود نتائج کا اطلاق نہیں کرتے مگر اطلاقی تحقیق کے نتائج اکثر اوقات محقق ہی استعمال میں لاتا ہے (۱۱)۔

مختصر یہ کہ: ”سائنسی یا علمی معلومات کا زیادہ ذخیرہ محض علمی نوعیت کا ہی ہوتا ہے۔ علمی معلومات کو انسانی فلاح و خدمت کے قابل بنانے کے لیے مزید تحقیق ناگزیر ہو جاتی ہے۔ ایسی تحقیق کو ”اطلاقی تحقیق“ کہتے ہیں جیسے ایسی تحقیق برائے امن، برائے علاج اور تشخیص وغیرہ۔ زرعی تحقیق میں بھی ہمیں اس طرح کی مثالیں ملتی ہیں تجربہ گاہوں میں جو کام ہو رہا ہے، اس کا تعلق اطلاقی تحقیق سے ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اطلاقی تحقیق کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ اس سے معاشرتی سماجی و دیگر مسائل حل کیے جا رہے ہیں.....“ (۱۲)۔

مزید وضاحت کے حصول کی خاطر ڈاکٹر گیان چند کی کتاب ”تحقیق کا فن“ سے حسب ذیل اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

”تحقیق کی دو قسمیں خالص یا نظریاتی اور اطلاقی تحقیق ہیں۔ یہ فرق قدرتی (Natural) سائنسوں میں زیادہ نظر آتا ہے۔ طبیعیات میں کچھ محقق

نظریاتی (Theoretical) تحقیق والے ہوتے ہیں، دوسرے عملی تحقیق والے۔ سائنس کی اطلاقی تحقیق ڈاکٹری علوم، زراعت و باغبانی، نیز انجینئری وغیرہ میں زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ سماجی سائنسوں کی تحقیق میں علاقائی جائزہ (فیلڈ ورک اور سروے) بہت اہم ہوتا ہے، جو سوال ناموں، انٹرویو، گھوم پھرنے کے اعداد و شمار (Data) اکٹھا کرنا اور ان سے استخراج نتائج پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر تیل صاف کرنے کا کارخانہ یا فوادی برتنوں کی چھوٹی فیکٹری لگانا ہے تو مختلف عوامل کا جائزہ لے کر طے کیا جائے کہ کون سا مقام موزوں ترین ہوگا۔ بازار اور ماٹنگ کا جائزہ لینے کے لیے گھر گھر جا کر معلوم کرنا کہ کپڑے دھونے کا کون سا صابن یا پی وی اور ریڈیو کے پروگراموں میں کون سا پروگرام مقبول ترین ہے؟ کون سا نامقبول؟ یہ سب معاشیات اور سماجیات کی اطلاقی تحقیق میں آتے ہیں۔“ (۱۳)۔

## تجرباتی تحقیق

تحقیق کے ضمن میں جن حقائق کا مشاہدہ مطلوب ہوتا ہے، ان کا قابل اعتماد ہونا ضروری ہے۔ ”تاریخی حقائق کی نسبت بنیادی حقائق (۱۴) پر آسانی سے اعتماد کیا جاسکتا ہے اور سب سے بڑھ کر ان حقائق کی صحت اور جواز پر یقین کیا جاتا ہے، جن کا نمونہ اور اختیاری طریقے پر جوڑ توڑ کرنے کے بعد اس بات کی تسلی کی جاسکتی ہو کہ ان کے عنصروں کی ترکیبیں کیا ہیں اور وہ کس طرح رونما ہوتے ہیں؟ ایسے جوڑ توڑ (Manipulation) کرنے کا باقاعدہ طریقہ کار ہوتا ہے۔ جس میں سائنسی تجزیے کا پیش از وقت منصوبہ تیار کیا جاتا ہے اور اس کے بعد ان اقدام کا باضابطہ طریقے سے اطلاق کیا جاتا ہے جو بالکل معروضی ہوتے ہیں۔“ (۱۵)۔

سائنسی تجزیہ میں حالات اور واقعات میں اختیاری طور پر اور نمونہ ایسی تبدیلیاں پیدا کی جاتی ہیں جن کے ذریعہ واقعات یا حالات کی علتوں یا واقع ہونے کی وجوہات کا پتہ چل جائے۔

اس کے بعد جن نئی چیزوں کا مشاہدہ ہوتا ہے ان کی تشریح کی جاتی ہے (۱۶)۔

بامقصد جوڑ توڑ اور حالات و واقعات کو ارادنا منضبط طریقے سے اس طرح تبدیل کر کے یہ مشاہدہ کرنا کہ متعلقہ واقعہ کس طرح اور کیسے ظہور پذیر ہوا ہے؟ اس سے ہم یہ مراد لیتے ہیں کہ علت اور معلول کا رشتہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کسی عمل کی علت اور معلول کے رشتے کو فرض کر لیا جاتا ہے اور اس کی شناخت پیچیدہ قسم کے تجزیہ سے کرنے کے بعد نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے (۱۷)۔

تجرباتی تحقیق میں سائنسی تجزیہ کے اس مقصد کے بیان کے بعد تجرباتی تحقیق میں سائنسی تجزیہ کی نوعیت کو بیان کیا جاتا ہے:

### تجرباتی تحقیق میں سائنسی تجزیہ کی نوعیت

- ۱۔ مسئلہ زیر مطالعہ کو خصوصی طور پر اس طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی تعریف اور شناخت بہتر طریقے سے ہو سکے۔
- ۲۔ مسئلہ کے حل کو فرض کر کے اس سے استخراجی طریقے سے نتیجہ اخذ کر لینا۔
- ۳۔ اس کے بعد تجرباتی خاکہ تشکیل دیا جاتا ہے جس کے اندر مسئلہ کے بارے میں نتائج حاصل کرنے تک کے تمام عناصر، شرائط اور ان کے باہمی رشتوں کو شامل کیا جاتا ہے (۱۸)۔

### تجرباتی تحقیق میں تجرباتی خاکے کے عناصر

- (i) زیر تجربہ اشیاء یا افراد کے ایسے نمونے حاصل کرنا جو ان کی آبادی کی نمائندگی کرتے ہوں۔
- (ii) نمونے کے طور پر حاصل کیے گئے افراد کے متجانس (Homogeneity) ہونے کے لحاظ سے ان کی شناخت کرنا اور جماعت بندی کر لینا۔
- (iii) ایسے عوامل کی نشاندہی کر کے ان کو زیر انضباط کر لینا جن کا تعلق تجربہ سے نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں جن عوامل کے اثر سے صحیح نتائج حاصل کرنے میں رکاوٹ پیدا



ہونے کا خدشہ ہو ان کو مختلف طریقوں سے اثر انداز نہ ہونے دینا۔  
 (iv) ایسے آلات یا آزمائشوں (Tests) کا انتخاب کرنا یا تیار کرنا جن کی مدد سے تجربہ کے نتائج کی پیمائش کی جاسکے۔  
 (v) اس کے بعد اصل تجربہ کا ایک آزمائشی عمل (Trial run) کیا جاتا ہے تاکہ تجربہ باقی خا کہ اور اس میں استعمال کیے جانے والے آلات کی صحیح کارکردگی کا اندازہ ہو جائے۔  
 (vi) اس کے بعد اصل تجربہ کے لئے مقام، اوقات اور معیار یا مدت کا تعین کر لیا جاتا ہے۔

۴۔ عملی تجربہ سے گزرنے کے اقدامات کی وضاحت خاص کر تابع متغیرہ (ردعمل) پر اثر انداز ہونے والے عناصر کے انضباط کے طریقے بتانا۔  
 ۵۔ جو معطیات تجربہ سے حاصل ہوں ان کو اس طرح سے پیش کرنا کہ ان سے علت اور معلول کے جس رشتے کو فرض کیا گیا تھا اس کے بارے میں بے ابگ اور تعصب سے پاک ایک معروضی جائزہ حاصل کیا جاسکے۔

مطالعہ کے نتیجے میں جو نتائج بھی سامنے آئیں انہیں معنی خیزی کی آزمائشوں (Test of significance) پر پرکھا جاتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ مطالعہ کا نتیجہ محض امکانات کی وجہ نہیں ہے۔ بلکہ اصل میں اس نتیجہ کے برآمد ہونے کی وجہ ہمارا تحقیقاتی عمل ہے۔ معنی خیزی کا ٹیسٹ یہ بتاتا ہے کہ سو میں سے کتنی دفعہ ہمارے نتائج کے برآمد ہونے کی توقع پوری ہوتی ہے تاکہ ان کے صحیح ہونے پر اعتبار کر لیا جائے (۱۹)۔

تجرباتی تحقیق کی بنیاد وہ تجسس اور تفتیش کا مادہ ہے جس کے ذریعے مسئلہ کی اصل حقیقت کو جاننے کے بعد ردعمل (وجوہات) کا تعین کیا جاسکے یعنی کسی نہ کسی فرضیہ کے تحت یہ ثابت کرنے کی کوشش ہوتی ہے کہ کوئی عمل، علت یا وجہ/وجوہات (جسے نفسیاتی سائنس میں آزاد متغیرہ کہتے ہیں) کسی خاص ردعمل، معلول یا عمل اثر پذیری (جسے نفسیاتی سائنس میں تابع متغیرہ کہا جاتا ہے) کی/کے ذمہ دار ہے/ہیں۔ مختصراً یہ کہ اس بات کا تعین کرنا کہ کسی خاص عمل (آزاد متغیرہ) کی وجہ سے کوئی ردعمل (یا تابع متغیرہ \_ Variable) ظہور پذیر ہوا ہے (۲۰)۔

## تجرباتی تحقیق کی مثال

ایک محقق کے سامنے یہ مسئلہ ہو سکتا ہے کہ وہ تجربہ کر کے یہ جاننا چاہتا ہے کہ لی-ایڈ کے طلباء لیکچر کے طریق تدریس سے اچھی طرح سے مستفید ہوتے ہیں یا پرائیکٹ طریق تدریس سے۔ محقق یہ مفروضہ قائم کر لیتا ہے کہ پرائیکٹ طریقہ تدریس کے تحت تعلیم زیادہ ہوتا ہے اور لیکچر طریق کار سے کم۔ یہاں پر آزاد متغیرہ (عمل) طریق تدریس ہے۔ جس کو طلباء کے اوپر ان دو مخصوص طریقہ ہائے تدریس کے تحت تبدیل کیا جاتا رہے گا۔ اور تابع متغیرہ (ردعمل) تعلیم کی وہ خاص سطح ہوگی جسے کم از کم کسی طریقہ کے استعمال کی بدولت اکتساب کا معیار سمجھا گیا (۲۱)۔

## اسلامی علوم میں ہونے والی تحقیق کی اقسام

جامعات اور تحقیقی اداروں میں اسلامی علوم سے متعلق جو تحقیقی کام ہو رہا ہے، اسے علماء نے تین بڑی قسموں میں تقسیم کر دیا ہے:

### ۱۔ اسلامی تحقیق

اسلامی علوم میں میکانیکی (فکلیتی) تحقیق فی نفسہ مقصود تو نہیں ہوتی مگر تحقیقی عمل میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہے، جیسے: فہارس و قوامیس (ڈکشنریاں) تیار کرنا، اشاریے بنانا اور مخطوطات کی تحقیق کرنا وغیرہ۔ اس نوعیت کا تحقیقی کام گریجویٹ یا ایم۔ اے کی سطح تک کرنا چاہیے (۱) یہ کہ موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہو۔ اس میں اچھے مخطوطوں کی تحقیق شامل ہے۔ گویا اہم مخطوطات کی تحقیق کو صرف ایم۔ اے تک محدود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح تک کے۔ کالرز سے کام کرنا چاہیے کیونکہ:

۱۔ ”مخطوطات کی تحقیق و تصحیح اور تدوین اسلامی علوم میں تحقیقی منہج کا ایک نہایت اہم اور ناگزیر جزء ہے۔ شاید اسی احساس کی وجہ سے مغرب میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے سنجیدہ مطالعہ کا آغاز ہوا تو اسلامی تراث علم میں ممتاز اور اہم کتابوں کے متون کی اشاعت کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی گئی اور متقدمین مستشرقین میں سے متعدد فضلاء نے نہایت اہم مخطوطات جدید اسلوب کے مطابق تحقیق و تدوین اور تصحیح کے بعد

فہارس اور اشاریوں سے آراستہ کر کے شائع کیے۔ یہ ایک منطقی عمل تھا۔ صدیوں پر محیط اسلامی فکری میراث کے تحقیقی مطالعہ کے لیے ان مخفی خزینوں کا سہل الاستعمال اور لائق شکل میں منظر عام پر آنا ضروری ہے‘ (۲۲)۔

- ۲۔ ”مخطوطات انسان کے تہذیبی کارناموں کا ورثہ ہوتے ہیں۔
- ۳۔ یہ انسان کی سیاسی، معاشی، معاشرتی، ذہنی، فکری، جذباتی اور نفسیاتی حالات کے ترجمان ہوتے ہیں۔
- ۴۔ یہ اس ماحول اور فضا کو پیش کرتے ہیں جن میں وہ تخلیق ہوئے۔
- ۵۔ یہ انسانی معاشرہ کی روایات اور اقدار کے امین ہوتے ہیں، جس سے آئندہ نسلیں راہ نمائی حاصل کرتی ہیں۔
- ۶۔ یہ ماضی کے یادگار واقعات و حالات کا ریکارڈ ہوتے ہیں جس کے مطالعہ سے انسان میں مستقبل سے نشیئہ کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔
- ۷۔ یہ ماضی کی سائنسی و تکنیکی ایجادات کی پیش رفت کا دستاویزی ثبوت ہوتے ہیں اور ان کی بنیاد پر ترقی کی اگلی منزلوں کی طرف گامزن ہونا آسان ہو جاتا ہے۔
- ۸۔ یہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی لغزشوں، فروگزاشتوں اور خطاؤں کے عکاس ہوتے ہیں جن سے آئندہ نسلوں کے افراد اور ابھرنے والی اقوام درس عبرت حاصل کرتی ہیں اور زندگی کے لیے راہ نما اصول مرتب کرتی ہیں۔
- ۹۔ مخطوطات اپنے خالقوں، شائقوں اور سرپرستوں کے علمی، ادبی اور تحقیقی مقام و مرتبہ کے نقیب اور ان کے ذوق جمال کا پرتو بھی ہوتے ہیں۔
- ۱۰۔ نیز وہ کسی قوم کا مختلف میدانوں میں کردار کا نقشہ بھی پیش کرتے ہیں۔
- ۱۱۔ وہ ایسے حکماء، علماء، ادباء، شعراء، محققین اور فلاسفہ کے کارناموں کی داستان بھی بتاتے ہیں جن سے کسی قوم نے ترقی کی۔ نیز یہ کارنامے آئندہ زندگی کے لیے اعلیٰ بصیرت، تخلیقی صلاحیت، تحقیق شعور اور ادبی ذوق کے لئے تازیانہ ثابت ہوتے ہیں۔
- ۱۲۔ مخطوطات (حقیقت میں) حکام، امراء اور عوام کی علم دوستی اور ان کے تعلیمی نظریات

کے ترجمان بھی ہوتے ہیں۔

- ۱۳۔ مخطوطات کی مقدار و معیار سے کسی قوم کی تہذیبی سطح کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔
- ۱۴۔ اسلام میں مخطوطات کی تخلیق، ان کی تحفیظ اور آئندہ نسلوں تک منتقلی ایسے اسلامی شعائر ہیں جن کی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔
- ۱۵۔ مخطوطات کے بارے میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ یہ افراد اور اقوام کے مذہبی رجحان اور عقیدے کے مظہر ہوتے ہیں۔
- ۱۶۔ مخطوطات محض ماضی کی کاروائیوں کو پیش نہیں کرتے بلکہ مستقبل کی زندگی سنوارنے اور بلندیوں کی طرف اڑنے کے لیے انسان کو پرواز بھی عطا کرتے ہیں۔ یہ انسانی تعلیم و تربیت کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں۔ تعلیم کو عام کرنے اور اسے آگے بڑھانے کا بہترین آلہ کار ہوتے ہیں (۲۳)۔

## ۲۔ تاریخی تحقیق

اسلامی علوم کے حوالے سے تاریخی (سوانحی) تحقیق میں مسلم شخصیات کی سوانح حیات اور ان کی علمی خدمات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اس نوعیت کے موضوعات کو صرف ان کی اہمیت و افادیت کی بنیاد پر تحقیق کے لیے منتخب کرنا چاہیے۔ موضوع اختیار کرتے وقت یہ دیکھ لینا چاہیے کہ حال اور مستقبل میں ملت اسلامیہ کے لیے وہ کن کن پہلوؤں سے سود مند ثابت ہو سکتا ہے (۲۴)۔

## ۳۔ تعمیری تحقیق

- ڈاکٹر محمود احمد غازی (۲۵) نے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: تطہیر فکر اور تعمیری فکر:
- ۱۔ **تطہیر فکر**، رائج الوقت علوم و فنون کا اسلامی نقطہ نظر سے تنقیدی جائزہ لے کر کھرا اور کھونا الگ کر دینا اس میں شامل ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے مغرب کی فکری امامت کے وہم و طلسم کو پاش پاش کر دیں۔ انہوں نے جو نظام فکر و عمل مرتب کیا ہے اس کا باطل اور برسر غلط ہونا دلائل و براہین سے ثابت کر دیں۔ یہ کام عالم اسلام کی فکری آزادی اور

ثقافتی بقاء کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے۔ عالم اسلام کو سیاسی آزادی حاصل کیے چوتھائی صدی کے قریب گزر چکا لیکن فکری طور پر مسلمان آج پہلے سے زیادہ غلام ہیں۔ اس وقت مغرب اور معصومیت ہمارے نزدیک دو مترادف الفاظ ہو کر رہ گئے ہیں۔ مغرب سے نسبت حق و انصاف کا کافی معیار ہے، کسی چیز کی صداقت اور حقانیت کو پرکھنے اور جانچنے کے لیے آج اس کا مغرب کے رائج الوقت تصورات کے مطابق ہونا کافی سمجھا جاتا ہے۔

اس انداز فکر کو تبدیل کرنا اور مغرب کی عصمت سے انکار کرنا ہی اس راہ میں پہلا قدم ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ میں ہمیں مغربی علوم کو خام مال Raw material سمجھنا چاہیے اور وہی سلوک کرنا چاہیے جو ہر خام مال کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ نہ تو ہم اس کو جوں کا توں اپنے کام میں لا سکتے ہیں اور نہ محض ناکارہ قرار دے کر پھینک سکتے ہیں۔ ہمیں اپنی اقدار کی روشنی کو پرکھنا چاہیے۔ جو چیزیں حقائق ثابتہ کا درجہ رکھتی ہوں ان کو قبول کر لیں، جو چیزیں حقائق ثابتہ نہ ہوں اور ہماری اقدار سے معارض ہوں، ان کو ہم رد کر دیں اور باقی ماندہ کی اصلاح کر کے ان سارے علوم کو اپنے مقاصد کے لیے تیار کریں۔

اس ضمن میں سب سے پہلے جن علوم و نظامات فکری کی تطہیر کرنی ہے، ان میں فلسفہ اور اس کی ساری شاخیں، علم سیاسیات، قانون و دستور، نفسیات، معاشیات، عمرانیات، انسانیات وغیرہ شامل ہیں۔ اس معاملے میں ہم کو بلا جھجک کمیونسٹ ممالک کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ انہوں نے گزشتہ نصف صدی میں سارے علوم و فنون کی تدوین جدید کر کے ان کو مکمل طور پر کمیونسٹ فلسفہ سے ہم آہنگ کر لیا ہے۔ کمیونسٹ انقلاب سے قبل کے سارے علوم کو انہوں نے بورژوا قرار دے کر مسترد کر دیا اور اپنے مقاصد کے لیے ناکارہ ٹھہرایا حتیٰ کہ انہوں نے سائنس جیسے خالص مادی علم کی بھی دو قسمیں قرار دیں: ایک بورژوا سائنس قرار پائے، ایک کمیونسٹ سائنس۔ انہوں نے دنیا بھر کی تاریخ تک بدل ڈالی۔ کمیونسٹ علمائے تاریخ نے دنیا بھر کی تاریخ کی مادی تعبیر کر کے اس کو از سر نو مرتب کر کے رکھ دیا۔ اس طرح کمیونسٹ اصولوں پر معاشیات، سیاسیات، قانون، فلسفہ، غرضیکہ ہر علم و فن کی ترتیب نو کر دی، پھر آخر ہم مسلمانوں کو یہ کام کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔ کمیونسٹوں کے مقابلے میں تو ہم کہیں کم مدت میں اور نہایت بہتر عقلی اور

عمی انداز میں یہ کام کر سکتے ہیں۔

مزید برآں علوم وفنون کی یہ تطہیر ایک مسلسل عمل ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔ اس لیے کہ علم ایک ترقی پذیر قدر ہے۔ جوں جوں کائنات اور اس کے مختلف شعبے اپنے آپ کو انسانی عقل و فکر کے سامنے کھولتے جائیں گے، علوم کی ترقی ہوتی رہے گی۔ اگر علوم وفنون کی اس ترقی اور ہر دم تغیر کے ہر مرحلے میں ان کا از سر نو جائزہ نہ لیا گیا اور ان کی مرحلہ وار جانچ پڑتال نہ کی گئی تو جد ہی ہماری تہذیبی اقدار اور معاشرتی علوم میں خلا اور تباہی پیدا ہو جائے گا اور ایک زبردست فکری اختلال معاشرے میں جنم لے گا۔ علوم وفنون کی اسی تطہیر و تنقیح مسلسل کی ضرورت کی طرف علامہ اقبالؒ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ”ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم انسانی فکر کے ارتقاء پر نہایت محتاط انداز میں نظر رکھیں اور اس کے بارے میں ایک تنقیدی نقطہ نظر کو بھی قائم رکھیں۔“

۲۔ **تعمیر فکر، تطہیر فکر کے بعد اسلامی تحقیق کا سب سے بڑا کام تعمیر فکر کا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے تمام قدیم و جدید علوم کی ترتیب نو اور تشکیل جدید اس میں شامل ہے۔ قرآن و سنت کے غیر متغیر اور ناقابل تبدل اصولوں کی روشنی میں علوم کو اس طرح مرتب کرنا کہ وہ عصر حاضر میں ہمارے لیے کار آمد ثابت ہو سکیں اور ایک ایسے نظام فکر و عمل اور تہذیب و تمدن کی تعمیر میں مدد دے سکیں جو عصر حاضر میں دنیا کے سامنے اللہ کے دین کی گواہی دے سکے۔ ﴿لِنُاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ﴾ (سورۃ النساء، ۴) تاکہ اللہ کی حجت دنیا والوں پر تمام ہو سکے اور کوئی شخص اللہ کے خلاف کوئی حجت پیش نہ کر سکے۔**

علوم کی تشکیل جدید کے اس کام کو برصغیر میں سب سے پہلے شاید علامہ اقبال ہی نے محسوس کیا تھا۔ فلسفہ اور مابعد الطبیعیات کے میدان میں علامہ مرحوم کی تطہیری اور تعمیری مساعی اسلامی فکر کی تاریخ کا نمایاں باب ہیں۔ علامہ کے بعد یہ میدان تقریباً خالی ہی نظر آتا ہے۔ بعض افراد نے مختلف علوم میں کچھ قابل ذکر کام کیا لیکن یہ کام ایک دو اشخاص کے کرنے کا نہیں۔ اس کے لیے ایک ہمہ گیر اور بھر پور تحریک کی ضرورت ہے۔ ایک ہی گیر اور بھر پور مہم کے طور پر علوم کی تشکیل جدید کا یہ کام کامیابی کے ساتھ اس وقت ہو سکتا ہے، جب ہمارا تعلیمی نصب العین متعین ہو اور ہم پوری سنجیدگی کے ساتھ فی الواقع ایسے ارباب فکر و دانش کی ایک جماعت پیدا کرنا

چاہتے ہوں جو قرآن مجید کی روشنی میں سارے رائج الوقت علوم و معارف کا جائزہ لیں اور کھرا کھونا الگ کر دکھائیں۔ ابھی تک تو ہمارے ہاں کوئی ایسا مربوط نظام تعلیم بھی نہیں ابھر سکا جو سارے اسلامی، عمرانی اور طبی علوم کا ایک جامع ہو اور اس کے ہر ہر جزو میں خدا پرستی اور اسلامیات کی قرآنی روح جاری و ساری ہو۔ ابھی تک جو ایک دو کوششیں ہوئی ہیں، وہ غیر مربوط پیوند کاری کے مترادف ہیں۔

علوم کی تنقید و تنقیح کے اس عظیم الشان کام کے لیے اب تاریخ ہم کو مزید مہلت شاید نہ دے۔ اگر مستقبل قریب میں بھی ہم کچھ کر لینے میں کامیاب ہو گئے تو خیر ورنہ اسلامی اقدار اور اسلامی تہذیب کا احیاء ایک خواب و خیال ہو کر رہ جائے گا بلکہ تغیر ہیتم کی اس دنیا میں ہمارے لیے اپنا وجود باقی رکھنا بھی ممکن نہ رہے گا۔ علامہ اقبال نے آج سے پچاس سال قبل جو بات اسلامی اصول فقہ کے بارے میں کہی تھی وہ آج سارے علوم و فنون پر صادق آ رہی ہے۔ اس وقت اس کی جتنی اہمیت تھی، آج اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ علامہ نے فرمایا تھا:

”میرا عقیدہ ہے کہ جو شخص زمانہ حال کے جو رس پروڈنس (اصول قانون) پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیہ کی اہدیت کو ثابت کرے گا، وہی اسلام کا نجد ہوگا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا۔ قریباً تمام ممالک اسلامیہ میں مسلمان یا تو اپنی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں یا قوانین اسلامیہ پر غور کر رہے ہیں۔ غرض یہ وقت عملی کام کا ہے کیونکہ میری ناقص رائے میں مذہب اسلام کو یا زمانہ کی کسوٹی پر کسا جا رہا ہے اور شاید تاریخ اسلام میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔“

لیکن علوم و فنون کی تدوین نو کے اس عمل کے انتظار میں ہم دوسرے شعبوں میں اسلامی نقطہ نظر سے اصلاحات کے کام کو نہ ملتوی کر سکتے ہیں اور نہ مؤخر کر سکتے ہیں۔ ہماری رائے میں ان دونوں کاموں کو ایک ساتھ ہی ہونا چاہیے بلکہ اگر یہ دونوں کام ایک ساتھ شروع کیے جائیں تو دونوں ایک دوسرے کے مدد و معاون اور تکمیل کنندہ ثابت ہوں گے اور ایک کی راہ میں، حائل دشواریوں کو دور کرنے کی ہر کوشش دوسرے کی راہ میں حائل دشواریوں کو ختم کرنے میں بھی مدد دے گی (۲۶)۔

اس بحث کو مد نظر رکھتے ہوئے ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے ایسے موضوعات پر کام کرایا جائے جو تعمیری نوعیت کی تحقیق سے متعلق ہوں۔